ہم تبدیل ہوئے بغیر تبدیلی چاہتے ہیں!

تحریر: سہیل احمد لون

مادر جمہوریت برطانیہ میں عام انتخابات کو اب چند ہفتے باقی رہ گئے ہیں اور تمام سیاسی جماعتیں اپنی اپنی حکمت عملی کے ساتھ عوام کے پاس اپنا منشور لے کر پہنچ چکے ہیں۔ اب قوی امکان ہے کہ آئندہ بننے والی حکومت بھی (coalition) ہی ہوگی۔ مگر اس مرتبہ یہ الحاق لبرل ڈیموکریٹ اور ٹوری پارٹی کے درمیان ہونے کی بجائے نئی وارد ہونے والی سیاسی جماعت (UKIP) سے کسی بھی بڑی سیاسی جماعت سے ہونے کی توقع ہے۔ UKIP کی انٹری نے دو سیاسی جماعتوں والے فارمولے کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ (Opnion polls) کے مطابق لبرل ڈیموکریٹس کا ووٹ اور سیٹیوں میں کافی حد تک کمی آنے کی توقع ہے۔ میرا گزشتہ ہفتے لبرل ڈیموکریٹس کے ممبر آف پارلیمنٹ (Tom Brake) ٹام بریک سے ملاقات ہوئی۔ دراصل یہ میری اس کے ساتھ دوسری ملاقات تھی پہلی بار اس سے ملاقات پانچ برس قبل ہوئی تھی۔ یہاں ممبر آف پارلیمنٹ اپنے حلقے میں مہینے میں دو بار کسی مخصوص جگہ پر چند گھنٹوں کے لیے بیٹھتے ہیں اور عوامی مسائل نہ صرف سنتے ہیں بلکہ ان کا حل نکالنے کی بھی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ٹام بریک سے پہلی ملاقات پبلک لائبریری میں ہوئی جہاں میرے ساتھ میرے چھوٹے بھائی اور والد محترم بھی تھے۔ وہاں کوئی چپڑاسی یا سیکریٹری موجود نہ تھا اور ٹام بریک نے ہمیں خوش آمدید کہنے کے بعد کمرے میں لے گئے جہاں ان کی کرسی میز کے آگے صرف دو کرسیاں موجود تھیں۔ ٹام بریک نے معذرت کی اور لائبریری کے ہال سے ایک کرسی اٹھا کر لے آئے۔ ہم تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے تو انہوں نے ہم سے ہمارا مسئلہ پوچھا اور وہ ساتھ ساتھ اپنی ڈائری پر ہماری باتیں نوٹ بھی کرتے رہے۔ تقریباً پندرہ منٹ میں ہم فارغ ہوئے، رات کو سونے سے قبل جب میں نے اپنی ای میل چیک کی تو دیکھا کہ ٹام بریک نے ہمارے مسئلے کو حل کروانے کے لیے متعلقہ حکام کو خط لکھ دیا تھا جس کی کاپی مجھے ای میل کر دی، اس میں خاص بات یہ تھی کہ ای میل مجھے رات ڈیڑھ بجے موصول ہوئی۔ میں حیران رہ گیا کہ ایک ممبر آف پارلیمنٹ ویک اینڈ میں لیٹ نائٹ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ گزشتہ ہفتے ٹام بریک کا انٹرویو کرنے ان کے دفتر پہنچا، جہاں گاڑی پارک کرنے کی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی میں نے ٹام بریک سے کہا تو اس نے کہا کہ میں اس کے دفتر کے سامنے مخصوص پارکنگ پر گاڑی کھڑی کر دوں۔ اس نے ہنس کر کہا یہ پارکنگ اس کی ہے مگر وہ سائیکل پر آتا ہے لہذا اس کو اس کی ضرورت نہیں۔ ہماری ٹیم میں سے ایک خاتون ٹرین کا سگنل خراب ہونے کی وجہ سے بیس منٹ تاخیر سے پہنچی تو اس نے دفتر داخل ہوتے ہی معذرت کی تو ٹام بریک نے کہا کہ اس کو پتہ ہے کہ اس وقت ٹرین سروس سگنل پرابلم کی وجہ سے متاثر ہو رہی ہے۔ جس کے لیے عوام کو نہیں بلکہ ہمیں معذرت کرنی چاہیے۔ انٹرویو کے لیے کمرے کا ماحول اتنا سازگار نہیں تھا کیونکہ الیکشن مہم کے سلسلے میں بہت کارٹون، فائلیں اور سامان بے ترتیب پڑا تھا۔ ٹام بریک کو ہم نے مشورہ دیا کہ اگر دوسرے کمرے سے پارٹی کے پوسٹر اٹھا کر ادھر رکھ دیے جائیں تو بکھرا ہوا سامان اس کے پیچھے چھپ جائے گا۔ ٹام بریک کو آئیڈیا پسند آیا اور اس نے خود سارا

سامان سمیت کراس کے آگے پوسٹر رکھ دیے۔اس وقت ان کے دفتر میں چھ ملازم کام کرر ہے تھےاس میں سے کسی نے آ کران کی مدد کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی انہوں نے کسی کومدد کے بلایا۔انٹرویو کے دوران انہوں نے بتایا کہ وہ سائیکل یا لوکل ٹرانسپورٹ پر سفر کرنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس سے وہ فٹ بھی رہتے ہیں اورعوام کے ساتھ براہ راست بات چیت کازیادہ موقع بھی ملتاہے جس سے ان کی مشکلات کااندازہ لگانا آسان ہوتا ہے۔ٹام بریک پچیس برس سے سیاست میں ہیں اور 1996ء سے لگاتار کامیاب ہورہے ہیں۔اس مرتبہ بھی وہ اپنی سیٹ کے لیے پرامید ہیں اور اپنے حلقے میں مزید اچھی تبدیلی لانے کے لیے پرعزم بھی۔ UKIP کی آمد سے برطانوی سیاست میں ایک بڑی تبدیلی آنے کا امکان ہے۔ویسے تبدیلی کانعرہ براک اوبامہ نے بھی لگایا تھا یہ الگ بات ہے کہ تبدیلی امریکہ میں چاہے نہ آئی ہو، چند اسلامی ممالک میں ضرور آ گئی ہے اور باقی تبدیل ہونے کا انتظار کرر ہے ہیں جس کیلئے انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا کہ دنیا کی ہرسپر پاور اپنی مرضی کی جغرافیائی تبدیلی لازمی کرتی ہے۔ہم جس دنیا میں رہ رہے تھے وہ تقسیم تاجدار برطانیہ کی تھی جس کا سورج غروب ہوا تو دنیا کہ نئے ’’آقاؤں‘‘ نے اپنی مرضی کی تقسیم شروع کردی۔

کسی دانشوار کا قول ہے کہ ’’تبدیلی ایک ایسا قانون ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوگا‘‘۔انسان شاید تبدیلی کا خواہشمند ہونے کی وجہ سے ہی اشرف الخلوقات ہے۔اِس معاشی وسیاسی حیوان کی شاید یہی ادا اسے دیگر حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے۔کھانے، پینے، لباس، گھر، دوست احباب، عادات، شوق، وفاداری، نفرت، محبت، جنون سمیت بہت سی چیزوں میں انسان وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ تبدیلی کرتا رہتا ہے۔لباس کے معاملے میں تبدیلی کی صفت صنفِ نازک میں کچھ زیادہ ہی پائی جاتی ہے اسی لیے وہ کسی فنکشن میں پہنا ہوا سوٹ دوبارہ کسی فنکشن میں پہننا توہین سمجھتی ہیں۔اب تو یہ صفت مردوں میں بھی نمایاں ہورہی ہے، اگر وہ اپنا سوٹ تبدیل نہ کرسکیں تو کم ازکم ٹائی یا شرٹ تبدیل کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔انسانی فطرت ہے کہ وہ ایک ہی بات پر بار بار خوش یا غمگین نہیں ہوسکتا، یعنی خوش ہونے یا غمگین ہونے کے لیے بھی تبدیلی درکار ہوتی ہے۔جو گھر کھانا کھاتے ہیں وہ تبدیلی کے لیے بازاری کھانا کھا کر خوشی محسوس کرتے ہیں، جن کی قسمت میں بازاری کھانا لکھا گیا ہوانہیں گھر کا کھانا من وسلویٰ محسوس ہوتا ہے۔معاشرتی حیوان کا بچہ دنیا میں تمام جانداروں سے کمزورترین ہے جسے اپنے پاؤں پر چلنے کے لیے تقریباً ایک برس لگ جاتا ہے مگر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے بعض اوقات ساری عمر صرف ہونے کے بعد بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔پیدا ہونے سے مرنے تک کا سفر بے شمار تبدیلیوں پر محیط ہے۔بیٹھنا، کھڑا ہونا، چلنا، دوڑنا، بولنا، پڑھنا، لکھنا جیسے کئی مرحلوں سے گزر کر انسان جوان ہوتا ہے تو شادی کرکے اس کی زندگی میں سب سے بڑی تبدیلی لائی جاتی ہے۔اگر چند برس اولاد نہ ہو تو ہر کوئی سوالیہ نگاہوں سے دیکھنا شروع ہوجاتا ہے کہ گھر میں تبدیلی کیوں نہیں آئی؟ بیٹوں کی مسلسل پیدائش پر بیٹی کی خواہش اور بیٹیوں کے لگاتار پیدا ہونے پر بیٹے کا نہ پیدا ہونا بھی تبدیلی کے عمل میں یکسانیت کی وجہ سے مایوسی پیدا کرتا ہے۔کسی کو دادا بننے اور کسی کو نانا بننے کی خواہش، بلکہ باپ سے دادا یا نانا بننے کی تبدیلی کی خواہش......!یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انسانی خوشی کا محور ہی تبدیلی پر ہے۔جن کے پاس وسائل ہیں وہ سیر تفریح صرف اسی نیت سے کرتے ہیں کہ آب وہوا تبدیل ہوجائے۔مغربی ممالک میں تبدیلی کا بخار اس قدر عروج پر پہنچ چکا ہے کہ ایسے مکروہ افعال محض تبدیلی برائے تفریح کے نام پر کیے جاتے ہیں جس سے انسانیت بھی شرمندہ ہوجاتی

ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں تفریح کی غرض سے لوگوں کا کسی جگہ اکٹھا ہونا معمول کی بات ہے جہاں وہ زندگی کے روزمرہ کے معاملات سے ہٹ کر کچھ کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

وطن عزیز میں بھی اللہ تعالی نے وہی انسانی مخلوق پیدا کردی جس کی فطرت دیگر انسانوں سے مماثلت رکھتی ہے۔یہ بیچارے بھی تبدیلی برائے تفریح کے خواہش مند ہیں۔مگر حالات ایسے ہیں کہ بیچارے کسی سٹیڈیم میں جا کر میچ نہیں دیکھ سکتے،سرسبز پہاڑوں،جھیلوں،پرسکون وادیوں میں سیر کرنے کا رسک نہیں لے سکتے،سینما گھر اور تھیٹروں کو ویران ہوئے مدتوں بیت گئیں،مزاروں درباروں پر حاضری دینے اور نیاز کھانے کی کی خواہش بعض اوقات شہادت کے مرتبے پر فائض کردیتی ہے۔جمہوری آمریت اور آمرانہ جمہوریت کے درمیان بیچاری عوام کا حلیہ بگڑتا جارہا ہے،ظالم حکمرانوں کے نزدیک شاید حلیے کا بگڑنا بھی ایک تبدیلی ہے۔یہ علیحدہ بات ہے کہ ایسی تبدیلی عوام کے لیے خوش گوار نہیں۔گزشتہ کئی برسوں سے عوام ایسی تبدیلی کے خواہاں ہیں جس سے کم از کم زندگی کی بنیادی ضرویات پوری ہوسکیں۔آخر کب تک عوام انقلاب کے سراب کے پیچھے بھاگتے اپنا جان عذاب میں ڈالتے رہیں گے؟تبدیلی لانے کے لیے اپنے رویوں میں تبدیلی لانا ضروری ہے،خود شاہانہ زندگی گزارنے والے عوام کے مسائل اور ان سے لاتعلق رہ کر بھلا کیسے تبدیلی لا سکتے ہیں۔ٹام بریک کا جمہوری اور عوامی رویہ دیکھ کر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس میں کیا صرف اس کا ہی کمال ہے یا اس کو اس طرح کا رویہ رکھنے میں عوامی دباؤ کا بھی سامنا ہے۔کاش!ہماری عوام بھی سیاسی اکابرین اور بیوروکریٹس کو اگر ایک عام انسان سمجھنا شروع ہوجائے تو اسی دن انکی فرعونیت کے غبارے سے ہوا نکلنا شروع ہوجائے گی۔اجتماعی تبدیلی کیلئے انفرادی تبدیلی انتہائی ضروری ہے کہ اقبال نے کہا تھا:ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

تحریر:سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

22-02-2015